مُسلم لیگ کی
۸
مُسلم کُش
سیاسی غلطیاں
مُصنّف:
مولانا سیّد حُسین احمد مدنیؒ

مسلم لیگ
کی
آٹھ مسلم کش سیاسی غلطیاں

۱۹۴۵ء

از افادات

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ

صدر جمعیۃ علماء ہند

صدر آل انڈیا مسلم پارلیمنٹری بورڈ

شائع کردہ

مرکزی مسلم پارلیمنٹری بورڈ

دفتر مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند دہلی

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی

نام کتاب	مسلم لیگ کی آٹھ مسلم کش سیاسی غلطیاں
مصنف	شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
پبلشر	عبداللہ اکادمی
ناشر	احمد پرنٹنگ اینڈ پیکیجنگ کارپوریشن
پرنٹر	نصرت پریس لاہور فون : ۷۲۳۳۹۱۰
کمپوزر	محمد افضل چوہدری
قیمت	-/۳۰ روپے

پیش لفظ

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمْ

تاریخ آزادی بَرِّصغیر پاک و ہند کے اصل حقائق پر اخفاء کے کس قدر گھرے بادل چھائے ہوئے ہیں اس بات کا اندازہ شاید نہ تو جدّو جہد آزادی کے مؤرّخین کو ہے نہ ہی تاریخ کے طالب علموں کو۔ تعلیمی اداروں میں پڑھائی جانے والی تاریخ مکمل طور پر یک طرفہ ہے اس بات کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس تاریخ میں برطانوی اِستعمار کے کاسہ لیسوں اور مُلک و مِلّت کے مفاد کے سوداگروں کو آزادی کے ہیرو کا درجہ دے دیا گیا ہے اور جن علماءِ حق کی تمام زندگیاں ریل اور جیل میں گزریں وہ غدّار ٹھرا دیئے گئے ہیں۔

زیرِ نظر کتابچہ تاریخ کے اَوراق سے ایسی ہی غلط فہمیاں صاف کرنے کی ایک سَعی ہے جسے پڑھ کر منصّف مزاج اور مُعتدل رَوِیّہ رکھنے والے قاری یقیناً حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کی جستجو کریں گے۔

دَرحقیقت یہ کتابچہ جدّو جہدِ آزادی کے دوسرے رُخ کو آشکارا کرتا ہے کہ قیامِ پاکستان کے مخالفین دَراصل پاکستان کی نظریاتی نہیں بلکہ موجودہ جغرافیائی سرحدوں سے متفّق نہ تھے۔

خُدائے تعالیٰ ہم سب کو حقیقت کو پڑھنے۔ سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

(آمین)

احمد علی ظفر
۲۲ ذی قعد ۱۴۱۷ھ
(۱-۴-۹۷)

پہلی سیاسی غلطی

حَامِداً وَمُصَلِّیاً - اَمَّابعدُ

جس طرز حکومت کے متعلق موجودہ احوال میں ہندوستان کے لئے وعدے ہو رہے ہیں اور اس کے سوا کسی دوسرے طریقہ کا بظاہر کوئی سامان نہیں ہے وہ آئینی جمہوری حکومت ہے یہ طرز حکومت صرف ووٹوں کی اکثریّت اور دوسروں کے گننے اور ان کے زیادہ ہونے پر موقوف ہے سروں کے کاٹنے سے فیصلہ کرنا تو اقلیّت کو کامیاب بنا سکتا ہے گر سروں کے گننے سے فیصلہ کرنا بجز اکثریّت کے حاصل نہیں ہو سکتا جس جماعت کی اکثریّت ہو گی وہی کامیاب ہو گی چاہے وہ اکثریّت صرف ایک ہی کی زیادتی پر موقوف ہواس لئے اس طرز حکومت میں اکثریّت بنانی اشد ضروری ہے ہندوستانی تاریخ بتلاتی ہے کہ اس بنک میں کبھی بھی اکثریّت کی حکومت آج تک نہیں رہی ہے مگر برطانیہ اسی طرز حکومت کو ہندوستان میں چلانا چاہتا ہے اور اسی کی داغ بیل اس نے عرصہ سے ڈال رکھی ہے زعماء ہندوستان بھی خواہ ہندو ہوں یا مسلمان - سکھ ہوں یا پارسی اسی کو سراہ رہے ہیں اور بجز اس کے ہندوستان میں اور کوئی طریقہ کامیاب نہیں دیکھتے یہی طریقہ انگلستان میں رائج ہے چونکہ کوئی قوم اور پارٹی جو کہ ملک میں عددی اکثریّت رکھنے والی ہو اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کی آئینی اکثریّت بھی تسلیم نہ کرلی جائے اس لئے ہر جماعت کے لئے اپنی آئینی نشستوں کو زیادہ سے زیادہ کرانا اور اقلیّت میں آنے سے محفوظ ہونے کی کوشش کرنا از بس ضروری ہے

یہ کھلی ہوئی بات ہے کسی غور و خوض کی ضرورت نہیں اور نہ پیچیدہ مسئلہ ہے مگر ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ کے اجلاس کانگرس زیرِ صدارت امبکا چرن مزمدار اور اجلاس مسلم لیگ بصدارت مسٹر محمد علی جناح میں معاہدہ ہوا جس کو میثاقِ ملّی کے نام سے مشہور کیا گیا اس میں منجملہ دیگر شرائط دفعہ ۴ حسبِ ذیل تھی

نام صوبہ	مسلمانوں کی فیصدی آبادی	کونسل میں مسلمان ممبروں کی فیصدی تعداد	مسلمانوں کی کمی یا بیشی آبادی کی نسبت سے
پنجاب	۵۵ فیصدی	۵۰ فیصدی	۵ -
بنگال	۵۳ فیصدی	۴۰ فیصدی	۱۳ -
بمبئی	۲۰ فیصدی	۳۳ فیصدی	۱۳ +
یوپی	۱۴ فیصدی	۳۰ فیصدی	۱۶ +
بہار	۱۰ فیصدی	۲۹ فیصدی	۱۹ +
مدراس	۷ فیصدی	۱۵ فیصدی	۸ +
صوبہ متوسّط	۴ فیصدی	۱۵ فیصدی	۱۱ +

اس میثاق میں مسلمانوں کو صوبہ بنگال و پنجاب میں (جہاں پر ان کی تعداد اس زمانہ میں تین کروڑ انچاس لاکھ چار سو چالیس (۳۴۹۰۰۴۴۰) تھی اور بہ نسبت باقی ماندہ پانچ صوبوں کی مجموعی تعداد کے بھی بہت زیادہ تھی) بالکل فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا اس وقت مسلمانوں کی تعداد تمام ہندوستان میں چھ کروڑ چھیاسٹھ لاکھ سنتالیس ہزار دو سو ننانوے (۶۶۶۴۷۲۹۹) تھی

اگرچہ اقلیّت والے صوبوں کو زیادہ نشستیں بہ نسبت آبادی کے دی گئی تھیں مگر وہ تقریباً فضول اور بے اثر تھیں کیونکہ ان زیادہ سیٹوں کی وجہ سے وہ اقلیّتوں سے نہیں نکلتے اور نہ انکی اقلیّت اس زیادتی کے ساتھ ہی تہائی فیصدی تک پہنچتی ہے ان کو بہر حال کسی فیصلہ میں کامیابی کے لئے دوسروں کے سہارے کی ضرورت رہتی ہے

صوبہ بنگال اور پنجاب کے مسلمان اپنی اپنی اکثریّت کھو دینے کی وجہ سے ہر امر میں دوسروں کے محتاج ہو جاتے ہیں کوئی فیصلہ بھی اپنے استقلال سے نہیں کر سکتے مسٹر جناح جو کہ اس ظلم و ستم اور مسلم اکثریّت کشی کے بڑے ذمہ دار ہیں (کیونکہ وہ ہی اس وقت پیش پیش اور لیگ کے اجلاس کے صدر تھے) آل پارٹیز کے اجلاس منعقدہ ۲۴ جنوری ۱۹۲۵ء بمقام دہلی اس بے عنوانی اور مسلم کشی کی وجہ مندرجہ ذیل

الفاظ میں بیان فرماتے ہیں

" میثاق لکھنؤ کس طرح وجود میں آیا پنجاب اور بنگال میں مسلمان اکثریت میں تھے بنگال میں ۵۶ فیصدی تھے اور پنجاب میں ۵۴ فیصدی مسلمانوں کی عام پستی دیکھ کر یہ دلیل بیان کی جاتی تھی کہ اگر مسلمانوں کو آبادی کے تناسب سے حکومت میں حصہ دیا گیا تو ایسا ہی ہے جیسے کہ کسی کو اس کی جہالت اور نا اہلیت پر انعام دیا جائے اس لئے یہ تجویز ہوئی تھی کہ ان دونوں صوبوں میں مشترکہ انتخاب کر دیا جائے مگر مسلمانوں نے شکایت کی کہ اگر مشترکہ انتخاب رکھا گیا تو ان کی ووٹ دینے کی قوت ختم ہو جائے گی اور وہ دس پانچ فیصدی نشستیں بھی نہ حاصل کر سکیں گے اس جگہ مسٹر جناح نے متوجہ کیا کہ اس ترقی کے باوجود جو دونوں قوموں نے کی ہے یہ واقعہ ہے کہ پولنگ کے وقت زیادہ تر جذبات کی کارفرمائی ہوتی ہے اور ووٹر اپنے ہم مذہب ہی کو ووٹ دیتے ہیں جب یہ طے ہو گیا کہ نا اہلیت پر انعام نہ دیا جائے تو اس پر معاملہ طے ہو گیا کہ پنجاب کے مسلمانوں کو ۵۰ فیصدی اور بنگال کے مسلمانوں کو ۴۰ فیصدی نشستیں دی جائیں جب پارلیمنٹ میں ریفارم بل پر بحث ہوئی تو گورنمنٹ آف انڈیا نے بنگال کی نشستوں کے بارے میں میثاق لکھنؤ کی مخالفت میں ایک تحریک بھیجی کیونکہ اس میثاق کی رو سے بنگال کی ۵۶ فیصدی آبادی کو صرف ۴۰ فیصدی نشستیں ملی تھیں لیکن ہندو اور مسلمان قابل تعریف طریقہ پر میثاق لکھنؤ پر اڑے رہے اور جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی نے بھی اس میثاق کی تصدیق کر دی۔"

(انڈین کوارٹرلی (سہ ماہی) رجسٹر ۱۹۲۵ء جلد ۱ صفحہ ۶۸)

یہ تقریر مسٹر جناح کی نہایت مہمل اور غیر معقول تھی۔ ایسی ہی غیر معقول باتیں تو انگریز بھی ہندوستانیوں کو آزادی نہ دینے میں کہتا ہے

(الف) ہر قوم کا اور ہر ملک کا حق ہے کہ وہ آزاد رہے اور اپنے لئے خاطر خواہ دستور بنائے جیسا کہ ابراہیم لنکن بانی جمہوریت امریکہ کا مشہور مقولہ ہے

" کسی دوسری قوم کو کسی کی آزادی چھیننے کا اور اپنے دستور پر لوگوں کو مجبور کرنے کا حق نہیں ہے خواہ وہ تعلیم یافتہ ہوں یا غیر تعلیم یافتہ۔"

اس لئے حکومت برطانیہ جو کہ غاصب اور ظالم اور ڈاکو ہے ہندوستانیوں کو حکومت دینے میں انعام دینے والی نہیں بلکہ ان کے حق کو واپس لینے والی ہے غصب کرنے والے اور ظالم کا فریضہ ہے کہ غصب کی ہوئی چیز جس سے غصب کیا ہے جلد سے جلد واپس کر دے خواہ مغصوب مِنہٗ اہل ہو یا نا اہل اور اگر اہل ہونا ہی شرط ہو تو غاصب کو کیا حق ہے کہ اس کی اہلیّت کا فیصلہ کرے بہر حال یہ نظر اصل سے ہی غلط ہے کہ اپنے ملک پر حکومت میں کوئی حِصّہ دینا انعام ہے اس لئے اس کو صرف اہل ہی کو دینا چاہیئے

(ب) اگر بِالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ انعام ہے اور اہل ہی کو ملنا چاہیئے غیر تعلیم یافتہ اہل نہیں ہے تو چاہیئے کہ سارے ہندوستان کو نہ سلف گورنمنٹ دی جائے نہ آزادیٔ کامل نہ ڈومینین اسٹیٹس اور نہ کسی قسم کی حکومت کیونکہ ہندوستان کی تمام آبادی میں تعلیم یافتہ دس فیصدی بھی نہیں ہیں اور انگریزی تعلیم یافتہ تو جن کو مسٹر جناح اور ان کے ہم خیال تعلیم یافتہ سمجھتے ہیں دو فیصدی بھی نہیں ہیں اس لئے جب تک کہ یہ لوگ کم از کم نوّے فیصدی تعلیم یافتہ نہ ہو جائیں ان کو کسی قسم کی حکومت نہ ملنی چاہیئے اور پھر جس مقدار سے تعلیم یافتوں کی ترقّی ہو رہی ہے زمانہ سابق کے معیار کو دیکھیں تو تقریباً ایک ہزار سال کی ضرورت ہے جب کہیں یہ ملک یورپین ممالک کی طرح تعلیم یافتہ ہو سکے گا اس لئے کئی سو برس تک انتظار کرنا چاہیئے

(ج) اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر بنگال اور پنجاب بھی پاکستان کو نہ ملنا چاہیئے اس کی ذِمّہ داریاں تو بہت ہی زیادہ ہیں

(د) اپنے ہم مذہبوں یا رشتہ داروں کو ووٹ دینا کیا مسٹر جناح کے تسلیم کردہ ممالک میں نہیں پایا جاتا

(ہ) اہلیّت اور نا اہلیّت کا اندازہ کرنا بھی مسٹر جناح اور ان کے ہم نواؤں کے قول پر نہیں ہے

الغرض یہ تقریر اور وجہ بالکل غلط اور پوچ تھی جو کہ اپنی غلطی یا خیانت کے چھپانے کے لئے بیرسٹرانہ طریقہ پر (جن کا کام ہمیشہ جھوٹے کو سچّا اور سچّے کو جھوٹا بنانا ہے) تھی یقیناً مسلمانان بنگال و پنجاب پر اس میثاق سے سخت ظلم ہوا یہ بھی غلط بات ہے کہ

اگر مخلوط انتخاب ہو تو مسلمانوں کے ووٹ کی قوّت ختم ہو جائے گی اور پانچ فیصدی نشستیں نہ حاصل کر سکیں گے یہ خطرہ تو جب ممکن ہے کہ انکی اکثریّت آبادی میں نہ ہو نیز یہ خطرہ نشستوں کے تعیّن کے وقت میں بالکل نہیں رہتا

الحاصل اس منحوس میثاق کی بنا پر مسلمان تمام ہندوستان میں آئینی اقلیّت میں آگئے کہیں بھی ان کا استقلال باقی نہیں رہا اسی بناء پر صاحبِ روشن مستقبل لکھتا ہے

"اگر مسلمانوں کو پنجاب اور بنگال میں مردم شماری کے مطابق نشستیں مل جاتیں تو ان دونوں صوبوں کی کونسلوں میں انکی اکثریّت ہو جاتی "

اور اس وقت سے ۲۵ سال قبل ہی پاکستان کی بنیاد قائم ہو جاتی اور چونکہ ان دونوں صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد ہندوستان کے باقی ماندہ تمام صوبوں کے مسلمانوں سے زیادہ تھی اس لئے مسلمانوں کی زیادہ آبادی کو کونسلوں میں اکثریّت حاصل ہو جاتی

لیکن بُرا ہو کج فہمی اور نفسانی اغراض اور تکبّر کا یہ دھوکہ کھایا گیا کہ مسلمانوں کی ہر صوبہ میں اتنی تعداد ہونی چاہیے کہ وہ پاسنگ ہو جائیں اگر برادرانِ وطن کے ساتھ ہو جائیں تو حکومت کو اور حکومت کے ساتھ ہو جائیں تو برادرانِ وطن کو شکست دے سکیں مگر یہ پالیسی بالکل غلط پالیسی تھی اتنی اقلیّت کے ساتھ وہ ہر صوبہ میں اسکو بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے متعدّد صوبوں میں حکومت کے ساتھ بھی مل کر برادران وطن سے اکثریّت میں نہیں آسکتے تھے اور نہ ان کو شکست دے سکتے تھے پھر با ایں ہمہ ان کی پالیسی ڈانواڈول پالیسی ہو کر رہ جاتی ہے کوئی مستقل پالیسی باقی نہیں رہتی

یہ آئینی غلطی معمولی غلطی نہ تھی جسکے مرتکب لیگ کے زعماء ہوئے تھے مولانا محمد علی جوہر مرحوم اور مولانا ابوالکلام آزاد اور دوسرے سمجھدار اور مخلص لیڈر اس زمانہ میں جیل میں تھے ورنہ یقیناً اس غلطی کا ارتکاب نہ ہوتا جب ۱۹۲۰ء میں مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات دی گئیں تو یہی منحوس دفعہ مسلمانوں پر عائد کردی گئی اور اکثریّت والے صوبوں کو اقلیّت والے صوبوں پر قربان کر دیا گیا تجربہ نے بتادیا کہ لکھنؤ کے میثاقِ ملّی نے ان کو اپنے یہاں بھی اور باہر بھی زنجیروں میں جکڑ دیا ہے بغیر غیروں کی مدد کے وہ ادنیٰ سے ادنیٰ امر کو بھی اپنے مفاد مذہبی یا معاشی وسیاسی کے موافق پاس نہیں کر سکتے اور نہ اپنی وزارت بنا سکتے ہیں یہ کوئی معمولی مصیبت نہیں ہے اس بناء پر تمام

ہندوستان کے کسی صوبہ میں بھی مسلم وزارتیں اس زمانہ میں نہ بن سکیں اور آج بھی جبکہ صوبہ سرحد کو ریفارم اور صوبہ سندھ کو علیحدہ کیا جا چکا ہے اور وہاں پر مسلم اکثریّت آئینی طور پر تسلیم کی جا چکی ہے صوبہ بنگال اور پنجاب مجبور ہے کہ مسلم وزارت اپنی آئینی اقلیت کی بناء پر بغیر دوسروں کے ملائے ہوئے نہیں بنا سکتا ہر دو صوبوں میں دوسرں کو اپنے ساتھ ملا کر بالخصوص گورنمنٹوں کو ساتھ لے کر اگر کسی ملّی مفاد کو پاس کرانا چاہتے ہیں تو نہایت گراں بار مہر دینا پڑتا ہے جس میں ملک اور وطن کو بھاری سے بھاری قربانی دینی پڑتی ہے اسی وجہ سے لیگ کی مجلس عاملہ کے ایک حالیہ جلسہ میں جب لیگی وزارتوں کا جائزہ لیا گیا تو بنگال کے مسلم لیگی وزیر سَر ناظم الدّین نے خود ہی یہ خیال ظاہر کیا۔سر ناظم الدّین نے اس جلسہ میں کھلم کھلا اعتراف کیا کہ

> "میں اپنی وزارت کو باقی رکھنے اور سنبھالنے کے لئے ایسے ذرائع استعمال کر رہا ہوں جو مناسب نہیں ہیں اور مجھے یورپین گروپ کی تائید کی بہت زیادہ قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے کیونکہ اس گروپ کی تائید کے بغیر میری وزارت ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔"

(اجمل بمبئی ۱۵ جنوری جلد ۸ نمبر ۱۳ از روزنامہ ہندوستان ٹائمز)

مولانا محمدؐ علی جوہر صاحب مرحوم کو اخیر تک اس کا افسوس رہا اور بارہا مجالس میں اس کا ذکر فرماتے رہے خلاصہ یہ کہ یہ غلطی اگر دانستہ کی گئی ہے تو یقیناً لیگ اور اسکے اس وقت کے زُعماء انتہائی درجہ میں غدّارانِ اسلام ہیں اور اگر نادانستہ کی گئی ہے تو انتہائی درجہ کے بھولے اور احمق ہیں جن پر اعتماد کرنا سخت غلطی ہو گی

دوسری سیاسی غلطی

۱۹۲۹ء میں کنونشن کانفرنس کلکتہ میں جبکہ مخلوط انتخاب کے متعلّق بحث ہو رہی تھی اور یہ مسئلہ در پیش تھا کہ مخلوط انتخاب میں مسلمانوں کو فائدہ ہے یا نہیں تو سر تیج بہادر سپرو نے کہا کہ ایسی صورت میں کہ اقلیّت والے صوبوں میں مسلمانوں کی نشست متعین ہو جائے اور اکثریّت والے میں متعیّن نہ ہو مخلوط انتخاب سے مسلمانوں کو نفع

ہی نفع ہے کیونکہ

"آل پارٹیز کانفرنس کی تجویز کے مطابق مسلم اقلیّت کے صوبوں میں مسلمانوں کی آبادی کی نسبت سے ان کے ممبروں کی تعداد مقرر کردی جائیگی اسکے علاوہ مسلمانوں کو اختیار ہوگا کہ وہ عام مخلوط انتخاب میں شریک ہو کر مزید نشستیں حاصل کرلیں اور بنگال و پنجاب میں دکھایا کہ مخلوط انتخاب کے اجرائ سے مسلمانوں کو بقدر سات یا آٹھ نشستوں کے اور زیادہ مل جائیں گی جس کی وجہ سے ان دونوں صوبوں میں مسلم ممبران کی تعداد پنجاب میں ساٹھ فیصدی اور بنگال میں اٹھاون فیصدی کے قریب ہو جائیگی"

تواس کے جواب میں مسٹر جناح نے حسب ذیل ارشاد فرمایا

"پنجاب اور بنگال کے مسلمانوں کو ان کی آبادی کی نسبت سے سات یا آٹھ مزید نشستیں دینے کے یہ معانی ہوں گے جو صوبے پہلے سے امیر ہیں انہیں اور زیادہ امیر بنایا جائے بجائے اس کے اگر مسلم اقلیّت کے صوبوں مثلاً مدراس اور بمبئی یا صوبہ متحدّہ کو یہ مزید نشستیں دیدی جائیں تو ان کا کچھ بھلا بھی ہو جائے گا"

ان کی یہ رائے غلط تھی پنجاب اور بنگال کی اکثریّت نہایت تھوڑی اکثریّت ہے اگر ان کو آبادی کی حیثیّت سے سیٹیں دے بھی دی جائیں تو اجلاسوں میں ہمیشہ اکثریّت کا پایا جانا عادتاً محال ہے کیونکہ بوقت اجلاس اتنے بڑے ایوان میں دو چار کا بیمار ہو جانا اور دو چار ممبروں کا اپنے خصوصی اِعزار کی وجہ سے غیر حاضر ہو جانا عادتاً ضروری ہے جیسا کہ ہمیشہ مشاہدہ میں آتا رہتا ہے ہاں اگر اکثریّت بڑے پیمانہ پر ہو تو یہ احتمال نہیں رہتا صُوبہ بنگال کی اکثریّت صرف تین سے اور پنجاب کی اکثریّت صرف پانچ سے ہوتی ہے جس کا اجلاسوں میں کم ہو جانا ہرگز مُستبعد نہیں ہے بہر حال

"اس وقت مسٹر جناح نے بنگال و پنجاب کی کونسلوں اور اسمبلیوں میں مسلم اکثریّت ہونے کی صاف الفاظ میں مخالفت کر کے ان صوبوں کو پاکستان بنائے جانے سے روکا"

(روشن مستقبل)

کیا یہ صریح سیاسی غلطی نادانستہ یا دانستہ نہیں ہوئی حالانکہ خود مسٹر جناح مخلوط انتخاب

کے حامی تھے جیسا کہ آئندہ آئے گا

تیسری سیاسی غلطی

جو لوگ لیگ اور مسلم کانفرنس کی طرف سے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں شرکت کے لئے منتخب کئے گئے تھے اور جن میں مسٹر جناح صاحب بھی تھے اور ان کو تاکید کر دی گئی تھی کہ وہ مسلم کانفرنس کے مطالبات پاس کردہ یکم جنوری ۱۹۲۹ء اور ۵ اپریل ۱۹۳۱ء کا ہی اِتبّاع کریں جن میں یہ بھی تھا کہ بنگال وپنجاب میں مسلم نشستیں باعتبار آبادی ہونی ضروری ہیں اوراسی کی یاددہانی اور تاکید مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقد رشملہ بتاریخ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۱ء الفاظ ذیل کے ساتھ کی گئی تھی

"یہ مجلس پھر یاد دلاتی ہے کہ یکم جنوری ۱۹۲۹ء اور ۵ اپریل ۱۹۳۱ء کی مسلم کانفرنسوں میں مسلمانوں نے کم سے کم جو مطالبات منظور کیے ہیں ان میں سرِمُو کمی نہیں ہو سکتی اب پھر ان کا اعادہ کیاجاتا ہے کہ جس دستوراساسی میں مسلمانوں کے ان مطالبات کو تسلیم نہیں کیا جائے گا وہ کسی صورت سے قابل قبول نہ ہو گا"

(مدینہ بجنور ۱۲ اگست ۱۹۳۱ء جلد ۲۱ نمبر ۵۹ صفحہ ۵)

مگر ان حضرات نے وہاں جاکر صراحتاً اس کی خلاف ورزی کی اور پنجاب وبنگال کے متعلّق ۵۱ فیصدی کامطالبہ پیش کیا چنانچہ ان کی اس خلاف ورزی اور بغاوت پر احتجاج کرتے ہوئے ۱۹ نومبر ۱۹۳۱ء بمقام دہلی مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم کانفرنس میں حسب ذیل قرار داد پاس کی

"آل انڈیا مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ مندوبین گول میز کانفرنس کی ان مبارک مساعی کی ستائش کرتی ہے جو انھوں نے دیگر مندوبین کے ساتھ مفاہمت کرنے اور اقلیتّوں کے ساتھ باہمی سمجھوتہ اور اشتراک عمل کرنے کے سلسلہ میں کی ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ انہیں بنگال و پنجاب کی مجالس مقننہ میں مسلم نیابت کو ۵۱ فیصدی تک ہرگز کم کرنا نہیں چاہیئے تھا بلکہ ان صوبوں میں مسلم نیابت کو آبادی کے تناسب کے مطابق رکھنا چاہیئے تھا"

ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ ان نمائندوں کو بار بار تاکید کی گئی تھی کہ ہمارے مطالبات میں سَرِمُو کمی نہ کریں اور منجملہ دیگر اُمور کے یہ بھی تھا کہ بنگال وپنجاب میں نشستیں حسبِ آبادی ہونی چاہیں تو ان حضرات کا دونوں صوبوں میں ۵۱ فیصدی تک اتر آنا اگر دانستہ ہے تو کیا عظیم الشّان غدّاری نہیں ہے اور اگر نادانستہ ہے تو کیا عظیم الشّان حماقت نہیں ہے اور کیا ایسے لوگوں پر اعتماد کرنا درست ہے؟

(نوٹ) واضح ہو کہ اس جماعت میں مسٹر جناح بھی شریک اور منتخب تھے چنانچہ ریوٹر ۳۰ اکتوبر کے تار میں لکھتا ہے

" اقلیتوّں کا مسئلہ ابھی غیر تصفیہ شدہ ہے البتہ معلوم ہوا ہے کہ اس سلسلہ میں مسلمانوں نے دیگر اقلیتوّں سے گفتگو شروع کر دی ہے اور ان لوگوں کا ایک جلسہ ہوا تھا جس میں آغاخان - سر محمد شفیع - مسٹر غزنوی - مولانا شوکت علی اور مسٹر جناح کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ وہ سر ہیوبرٹ کار - سر ہنری گڈنی - ڈاکٹر امبید کار اور مسٹر نیپئر سلویم سے ملیں اور اقلیتوّں کے مسئلہ پر گفتگو کریں اور اس قسم کا کوئی حل تلاش کریں جس سے اقلیتوّں کے مطالبات پورے ہو جائیں "

(مدینہ بجنور ۵ نومبر ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ نمبر ۷۹ ص ۳)

ان حضرات کو اپنی سادہ لوحی کی بِنا پر یہ سمجھ میں آیا کہ ۵۱ فیصدی حاصل ہونے پر آئینی طور پر ہماری اکثریّت تسلیم ہو جائے گی اور ہم اپنی مسلم وزارتیں دونوں صوبوں میں بنا سکیں گے - مگر یہ نہ خیال آیا کہ

(الف) ہر اجلاس میں ایسی صورت میں کیا ہم اپنی اکثریّت لا سکیں گے - یا نہیں جبکہ دو چار کا کم ہو جانا عادتاً ضروری ہے -

(ب) کیا مخالف کے سامنے اس قدر کمی کو پیش کرنا کامیابی کے لئے ذریعہ ہو سکتا ہے دنیا میں عموماً اور انگریزی سیاست میں خصوصاً جب تک زیادہ سے زیادہ مطالبہ نہیں کیا جاتا اسوقت تک کم سے کم بھی حاصل نہیں ہوتا - مشہور عالم ہے

" بمر گش بگیر تا بہ تپ راضی شود "

عربی کا مقولہ ہے

" خذہ بالموت حتی یوضی بالحمی "

اور یہی وجہ ہوئی کہ اقلیتّوں نے اتنا بھی نہ مانا اور بالآخر ان حضرات کو یہ معمولی اکثریّت بھی کھودینی پڑی

چوتھی سیاسی غلطی

لیگ اور مسلم کانفرنس نے اپنے نمائندوں کو راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں اس لئے بھیجا تھا کہ وہاں جاکر انگریزوں سے مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کرائیں۔ اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ وہ دوسری اقلیتّوں اچھوت۔ پارسی۔ عیسائی۔ یوروپین وغیرہ کی حقوق کے محافظ بن کر ان سے معاہدہ کریں۔ انگریزوں اور بالخصوص وزیراعظم نے بار بار اعلان کیا تھا اور اب بھی یہی اعلان ہے کہ ہندوستانی آپس میں جس نظام اور جن حقوق پر متفّق ہو جائیں گے ہم اسی کے موافق عمل کریں گے

پہلی گول میز کانفرنس کے خاتمہ پر وزیراعظم نے دوسری گول میز کانفرنس کی دعوت دیتے ہوئے اطمینان دلایا تھا کہ کسی اکثریّت کو اقلیّت میں تبدیل نہیں کیا جائے گا اس لئے ہندوستانیوں کے آپس میں سمجھوتہ کے لئے چونکہ ہندوستان میں سرگرم اور کارکن منظّم جماعت کانگریس تھی۔ اس سے سمجھوتہ اور معاہدہ ہو جانا از بس ضروری اور کافی تھا اگر وہ اور مسلمان نمائندے آپس میں سمجھوتہ کرلیتے تو نہ مہاسبھا نہ اچھوت نہ عیسائی وغیرہ کوئی بھی سر اٹھا سکتے اور اگر اٹھاتے بھی تو لیگ۔ مسلم کانفرنس۔ کانگریس۔ سب مل کر ان سے صلح کرتے یا اپنے مقاصد کو منواتے۔ اور جو کچھ بھی کرتے سب کی ذِمّہ داری ہوتی۔ مگر افسوس کہ مسلم نمائندے نہ سمجھے اور باوجود اس کے کہ گاندھی جی نے انکے تمام مطالبات مان لئے تھے۔ جاکر یوروپین ایسوسی ایشن اور دیگر اقلیتّوں سے مل بیٹھے اور ان سے نہایت ذلیل اور شرمناک معاہدہ کرکے دستاویز پر دستخط کردئے خود مسٹر جناح مندرجہ ذیل بیان شائع فرماتے ہیں

> "گاندھی جی اور مسلم مندوبین میں طویل گفت وشُنید کے بعد حسب ذیل تجویزیں منظور ہوگئی تھیں جن سے گاندھی جی بالکل متفّق تھے"

(ا) پنجاب و بنگال میں مسلمانوں کی ایک فیصدی اکثریّت رہے گی یعنی کل

ایوان کے ۵۱ فیصدی اراکین مسلمان ہوا کریں گے لیکن یہ سوال کہ اکثریّت اکیاون فیصدی نشستوں کے تعیّن کے ساتھ مخلوط انتخاب کے ذریعہ منتخب ہو یا جداگانہ کے ذریعہ ۔ جدید دستور اساسی کے نفاذ سے پہلے مسلمان ووٹروں کی رائے سے طے ہو گا اور وہ جو فیصلہ کریں گے اسے سب قبول کریں گے ۔

(۲)اس کے علاوہ دیگر صوبوں میں جہاں مسلمان اقلیّت میں ہیں اور انھیں جس قدر نشستیں اس وقت حاصل ہیں وہ بدستور قائم رہیں گی اور ان صوبوں میں اس سوال کو کہ آیا وہاں جداگانہ انتخاب ہی رائج رہے یا مخلوط طریقِ انتخاب مسلمان ووٹرز ہی جدید دستور اساسی کے نفاذ سے پہلے طے کریں گے اور ان کا فیصلہ سب کے لئے قابل عمل ہو گا ۔

(۳)اسی طرح مرکزی مجالس قانون ساز میں بھی (دونوں ایوانوں میں) مسلم اراکین کی تعداد ایک تہائی ہو لیکن یہ تعداد رواج کے ذریعہ والیان ریاست اور برطانوی ہند کے مابین اس طرح طے ہو گی کہ ان کے نمائندوں میں بھی مسلمانوں کی جو تعداد رہے وہ برطانوی ہند کے مسلم نمائندوں میں سے کم کر دی جائے ۔

(۴)مخلوط اور مخصوص اختیارات صوبوں کو تفویض ہو نگے ۔

ان کے علاوہ دیگر امور کے متعلّق یعنی سندھ کی علیحدگی صوبہ سرحد کو اصلاحات ۔ ملازمتوں میں مسلمانوں کا تناسب ۔ وزارت میں مسلمانوں کا حصہ ۔ بنیادی حقوق اور مذہب اور تمدّن کا تحفّظ اور کسی مِلّت کے خلاف قوانین کا عدم نفاذ وغیرہ بھی طے ہو گئے تھے ان تجاویز کو رسمی طور پر گاندھی جی کے سامنے پیش کیا گیا اور گاندھی نے انھیں اس کے بعد اس بے ضابطہ کانفرنس کے رُوبرُو پیش کیا جس میں مختلف اقلیتوّں کے نمائندے یعنی لبرل ۔ غیر برہمن ۔ اچھوت ۔ یوروپین اور اینگلو انڈین وغیرہ موجود تھے چنانچہ سب لوگ ان تجاویز کو قبول کرنے لئے تیار تھے جو جماعت مخالف تھی وہ صرف ہندو مہاسبھائی جماعت تھی اس موقعہ پر میں اس کا ضرور اعتراف کروں گا کہ گاندھی جی نے اپنی پوزیشن بالکل صاف کردی تھی وہ مسلمانوں کے ان مطالبات کو قبول کرنے کے لئے ہر طرح تیار تھے

اور انھوں نے کانفرنس کے سامنے خود انھیں پیش کیا اور اس کا پورا یقین دلایا کہ وہ ان تجاویز کو کانگریس اور ڈاکٹر انصاری صاحب کی جماعت سے منوانے کی امکانی کوشش کریں گے بشرطیکہ ہندو مہاسبھا اور سکھ اسے قبول کریں اور انھوں نے ان دونوں جماعتوں کو منانے کی بھی انتہائی کوشش کی لیکن افسوس ہے کہ وہ کامیاب نہ ہوئے۔"

(مدینہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ نمبر ۷۵ صفحہ ۷)

ڈاکٹر سیّد محمودؔ صاحب کے ارشادات بعنوان مسلم مطالبات اور مہاتما گاندھی بھی ملاحظہ ہوں

اس سوال کے جواب میں کہ حکومت کی طرف سے فرقہ وارانہ تصفیہ کے متعلّق آپ کا کیا خیال ہے آپ نے کہا تھا کہ

"مہاتماجی نے لندن میں مسلمانوں کے چودہ نکات بے کم وکاست منظور کر لئے تھے لیکن ہمارے نمائندوں نے مہاتما گاندھی کی کچھ پرواہ نہیں کی انھوں نے ناممکن مطالبات پیش کئے جن کا مسلمانوں کے مطالبات سے کوئی تعلّق نہیں تھا یہ نمائندے لندن میں یورپین ایسوسی ایشن کے حامی اور پشت پناہ بن گئے مجھے یقین ہے کہ وزراء برطانیہ کسی نہ کسی حیلہ سے پھر فرقہ وارانہ تصفیہ کو معرض التواء میں ڈال دیں گے کیونکہ انہیں اب بھی مسلمانوں سے کچھ تھوڑا کام لینا باقی رہ گیا ہے لیکن چھ مہینے کے بعد وہ انہیں دھکّے دے کر الگ کر دیں گے میں نہایت عاجزی اور خلوص کے ساتھ اپنے ہم مذہبوں سے اپیل کرتا ہوں کہ مادرِ وطن کی خدمت میں دریغ نہ کریں مجھے اس میں سے کچھ شک نہیں کہ مسلمان قربانی اور ایثار کر کے اس سے زیادہ حاصل کر سکتے ہیں جسکے وہ اس وقت خواہشمند ہیں تحفّظات اور معاہدات سے انہیں کچھ نہیں مل سکتا انہیں بالکل غلط راستہ بتایا گیا ہے۔"

(مدینہ بجنور یکم اگست ۱۹۳۲ء جلد نمبر ۲۱ ص ۳ نمبر ۵۴)

انڈین اینویل رجسٹر ۱۹۳۱ء صفحہ ۶۱ میں ہے

"لندن کے بعض نمائندوں نے اشارہ کیا تھا کہ ان لوگوں (فرقہ وار لیڈروں)

نے برطانیہ کے لیڈروں سے خفیہ سازش کر لی تھی جن میں ممتاز ٹوڈی لیڈر
لارڈلائڈ ۔ لارڈ ینفورڈ اور لارڈسڈنہم اور دوسرے لوگ تھے جب کبھی کمزوری یا
شکست کے آثار نمودار ہوتے تھے تو ٹوڈی فرقہ وار لیڈروں کی پوری پوری
حمایت کرتے تھے مثلاً جب کہ فرقہ وار لیڈروں کی شکست کے آثار ظاہر ہونے
لگے تو اس موقعہ پر اعانت کرنے کے لئے عین وقت پر جیسا کہ پہلے طے ہو چکا تھا
سرغزنوی لندن پہنچ گئے ۔

اس قسم کے معاہدہ کی کوئی حقیقت رہی ہو یا نہ رہی ہو لیکن ہم یہ دیکھتے
ہیں کہ مسلمان نمائندے اس پر اڑے رہے کہ جب تک ان کے تمام فرقہ وارانہ
مطالبات منظور نہ کر لئے جائیں اور مفادات خصوصیہ کا تحفّظ پورے طور پر نہ کر
دیا جائے وہ فیڈریشن یا کسی مرکزی اختیارات سے کوئی تعلّق نہ رکھیں گے نیز وہ
کسی حال میں بھی کسی ثالث کے سامنے یا جوڈیشنل ٹربیونل کے سامنے اپنا قضیہ
پیش کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے جب مہا تماجی نے سوائے مسلمانوں اور
سکھّوں کے باقی تمام اقلیتّوں کو مخصوص نمائندگی دینے سے انکار کر دیا تو تمام
اقلیتّوں نے (مع مسلمانوں کے) جارحانہ اور مدافعتی اقدامات کرنے کے لئے
آپس میں اتحاد قائم کر لیا ان کے متّفقہ بل آف رائٹس (حقوق کا بل) میں یہ
بے سُود اور مُضحکہ انگیز کوشش کی گئی تھی کہ اکثریّت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا
جائے "

خلاصہ یہ کہ یہ بیانات صاف طور پر بتلا رہے ہیں کہ ان لیگی اور مسلم کانفرنسی
نمائندوں نے انتہائی غلطی کی کہ ان اقلیتّوں سے معاہدہ کر لیا اور ان لوگوں کی پُشت
پناہی کرنے لگے جن کو ان سے کوئی سروکار نہ تھا اور نہ اس کے لئے بھیجے گئے تھے اور
نہ ان سے منوانے پر وہ ہندوستان میں کوئی نمایاں کام کر سکتے تھے اور نہ ان کی تائید و
تقویّت سے ان کو مُعتدبہ فائدہ حاصل ہو سکتا تھا اور گاندھی جی کی قبولیّت کو جسکو وہ
کانگریس اور نیشنلسٹ مسلمانوں سے منوا دینے کا وعدہ کر چکے تھے پس پشت ڈال بیٹھے
غور کیجئے کہ کس قدر عظیم الشّان غلطی نادانستہ یا دانستہ انہوں نے (یعنی مسٹر جناح اور
ان کے ساتھی لیگیوں اور مسلم کانفرنسیوں نے) کی ہے جو کہ کسی طرح قابل وا

گذاشت و در گذر نہیں ہے اگر گاندھی جی اور کانگریس سے معاہدہ ہو جاتا اور جیسا کہ مسٹر جناح کا بیان ہے کہ لبرل - غیر برہمن - اچھوت - یورپین - انگلو انڈین سب لوگ ان تجاویز کو قبول کرنے کے لئے تیار تھے تو صرف مہا سبھا کی مخالفت کیا کر سکتی تھی وہ کوئی اثر دار جماعت کانگریس کے مقابلہ میں نہیں ہے اس سے بڑھ کر غلطی کیا ہو سکتی ہے

پانچویں سیاسی غلطی

مسلمان مندوبین گول میز کانفرنس میں اس لئے بھیجے گئے تھے کہ وہ مسلمانوں کے چودہ مطالبات منوائیں اور تاکیدی طریقہ پر عہد لیا گیا تھا کہ جب تک یہ مطالبات منظور نہ ہو جائیں وہ کسی بات میں حصّہ نہ لیں

(دیکھو تجاویز مسلم کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۹ء دہلی زیر صدارت ہزہائنس سر آغا خاں)

اس لئے ان کا فریضہ تھا کہ

(الف) وہ اپنی پوری کوشش ان مطالبات کے منوانے میں صَرف کریں

(ب) کسی قسم کی سُستی یا بے توجہّی یا ایسے مشاغل کو راہ نہ دیں جن سے ان کی کامیابی میں نقصان پڑے

(ج) وہ کوئی ایسی بات ہرگز قبول نہ کریں جو ان کے مطالبات کے خلاف اور مسلمانوں کے لئے ضرر رساں ہو

(د) جب تک مطالبات کی منظوری نہ ہو جائے شرکت کانفرنس اور بحث مُباحثہ سے بالکل علیحدہ رہیں

(ہ) اگر مطالبات قبول نہ ہوں تو واپس آجائیں

(و) وہ کوئی ایسی بات نہ کہیں جس کی ان کو اجازت نہ تھی اور وہ مسلم مفاد یا ملک کے مفاد کے مخالف ہو۔

مگر افسوس کہ ایسا عمل در آمد نہیں کیا گیا بلکہ بالکل خلاف عمل میں لایا گیا اور وہ سب کچھ کیا گیا جو نہ ہونا چاہئے تھا اور وہ سب کچھ کہا گیا جو نہ کہنا چاہئے تھا روزنامہ

انقلاب (جوکہ مسٹر جناح اور لیگ کا انتہائی شیدائی بلکہ دونوں کا پجاری تھا اپنے مقالہ افتتاحیہ جلد نمبر ۲۰۹ مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۳۲ء میں بعنوان "مسلم مندوبین مسٹر جینا کی موشگافی"۔ لکھتا ہے

"۱۶ نومبر کو مسلمانوں نے یہ راستہ اختیار کیا کہ مسلم کانفرنس کے فیصلہ کے مطابق اگرچہ وہ مباحثہ میں حصہ نہیں لے سکتے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فیڈرل سٹرکچر کمیٹی کے اجلاس میں بیٹھ بھی نہیں سکتے اس حد تک ہمیں معلوم ہے یہ موشگافی مسٹر جینا نے کی تھی (۱۶ نومبر سے ۲۶ نومبر تک مسلم مندوبین کمیٹی میں جسماً شریک رہے اور نطقاً عدمِ شریک) ۲۶ نومبر کو مسلمانوں کی طرف سے مسٹر جینا نے ایک مختصر سی تقریر جس کا مفاد یہ تھا کہ

مسلمان صوبہ جاتی خود اختیاری حکومت اور مرکزی ذمہ داری بیک وقت لیں گے حالانکہ مسلم مندوبین کے طے کردہ اصول کے مطابق کسی مسلم مندوب کو اس قسم کا کوئی اعلان کرنے کا حق نہ تھا اور یہ اعلان اصولاً مسلم کانفرنس کے بورڈ کی قرار داد کے صریح خلاف تھا لیکن جس حد تک ہمیں معلوم ہے مسلم مندوبین نے (جن میں سے علامہ اقبال ۔ شفیع داؤدی ۔ مولانا شوکت علی ۔ چوہدری ظفر اللہ خاں ۔ سر سلطان احمد ۔ سر علی امام کے سوا تمام اصحاب موجود تھے) مسٹر جینا کے اس اعلان سے برائت کا اظہار نہ کیا اور اس طرح سب نے مسلم کانفرنس کے بورڈ کی قرارداد کی مخالفت کی۔"

مذکورہ بالا تحریر کے بعد مدیرِ انقلاب چند سیدھے سادھے سوالات کے زیر عنوان مندرجہ ذیل عبارت لکھتا ہے۔

(۱) کیا مسلم مندوبین کا یہ فیصلہ درست تھا کہ جسماً فیڈرل اسٹرکچر کمیٹی کے اجلاس میں شریک ہوں اور محض نطقاً شریک نہ ہوں۔

(۲) اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو مسلم مندوبین نے بورڈ کے فیصلہ کی خلاف ورزی کی اور ان کے اس فعل کی مذمت ضروری ہے۔

(۳) اگر یہ اجتہادی غلطی ہے تو اس کا اعلان ضروری ہے۔

(۴) ۲۶ نومبر کو مسٹر جینا وغیرہ نے جو اعلان کیا اس کے لئے کیا وجہ جواز پیش کی

جاسکتی ہے۔

(۵)اگر مسٹر جینا کا اعلان مسلم مندوبین کے فیصلہ کے خلاف تھا تو کمیٹی کے حاضر ممبران ڈاکٹر شفاعت احمد خاں ۔ مسٹر اے ایچ غزنوی نے کیوں تردید نہ کی۔

(۶)۲۶ نومبر کو مذکورہ بالا اعلان کے بعد مسلم ڈیلی گیشن کے باقی ممبروں نے کیوں اس کے خلاف اعلان نہ کیا۔

اگر ہمارے ڈیلی گیشن کو مسلم کانفرنس کے بورڈ کی قرارداد سے اِنحراف کرنا ہی تھا تو ضروری تھا کہ قوم کی کسی دوسری خواہش کے اِتبّاع میں اِنحراف کیا جاتا لیکن ہمارے ڈیلی گیشن نے قومی فیصلہ سے بھی اِنحراف کیا اور ایک ایسے معاملہ میں اِنحراف کیا جسے مسلمان اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے یعنی ڈیلی گیشن نے دوہری غلطی کی قومی حقوق کے تعلق میں دوہری مَعصیّت سے کام لیا۔"

سر محمدؒ اقبال مرحوم مسلم کانفرنس کے اجلاس لاہور مارچ ۱۹۳۲ء کے خطبہ صدارت میں ارشاد فرماتے ہیں

(گول میز کانفرنس میں مسلم ڈیلی گیشن کے کام کی مختصر سَرگُذشت)

" جو چیز میرے لئے راز ہے اور جو شاید ہمیشہ راز رہے گی وہ ہمارے رہنماؤں کا اعلان ہے جو ۲۶ نومبر کو فیڈرل سٹرکچر کمیٹی کے اجلاس میں کیا گیا ۱۵ نومبر کو یعنی جس روز میں نے ڈیلی گیشن سے بے تعلّقی اختیار کی مسلمان مندوبین فیصلہ کر چکے تھے کہ وہ فیڈرل اسٹرکچر کمیٹی کے مُباحث میں حصہ نہیں لیں گے پھر انہوں نے اپنے فیصلہ کے خلاف مُباحث میں کیوں حصہ لیا کیا فیڈرل سٹرکچر کمیٹی کے مسلم مندوبین کے ترجمان کو ۲۶ نومبر والا اعلان کرنے کا مجاز بنایا گیا تھا میں ان سوالوں کا جواب نہیں دے سکتا صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان اس اعلان کو شدید غلطی سمجھتے ہیں میرے پاس یہ یقین کرنے کے وجوہ ہیں کہ بعض انگریز مُدبّروں نے ہمارے رہنماؤں کو یہ غلط مشورہ دیا کہ وہ برطانوی ہند کے صوبوں میں ذمہ دار حکومتوں کے فوری نفاذ کی مخالفت کریں اور مسلم ڈیلی گیشن سے علیحدگی اختیار کرنے سے چند روز پیشتر ہی میرے دل میں اس قسم کے شُبہات پیدا ہو چکے تھے حال میں لیفٹیننٹ کمانڈر کنوردی نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے

فرماتے ہیں

《 مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض انگریز سیاست دانوں نے لندن میں اعتدال پسند رہنماؤں (مسلمان) کو یہ خراب مشورہ دیا تھا کہ وہ صوبہ جاتی خود مختاری کی بڑی قسط کو مسترد کر دیں۔)

افسوس یہ کہ مشورہ بِلا تامّل قبول کر لیا گیا اعتدال پسند رہنماؤں سے کمانڈر کنوردی کا اشارہ ہندو لبرلوں کی طرف نہیں بلکہ مسلمان اعتدال پسندوں کی طرف تھا۔"

(**الجمعیۃ** جلد ۱۵ نمبر ۲۳ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۳۲ء)

نیز اس خطبہ صدارت میں ڈاکٹر اقبال مرحوم فرماتے ہیں

" انگریزوں نے ذمہ لیا تھا کہ اگر دوسری گول میز کانفرنس کے بعد مختلف قوموں کے نمائندے ہندوستان واپس جاکر فرقہ وار مسئلہ کا کوئی باہمی تصفیہ نہ کر سکے تو وہ اس کا ایک عارضی فیصلہ کر دیں گے چونکہ انگریز ہندوستان کی متخالف قوموں کے درمیان توازن قائم رکھنے کے لئے ایک ثالث کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے اس حیثیت سے ان کا وعدہ بالکل مناسب تھا لیکن حکومت برطانیہ کا موجودہ رویہ مظہر ہے کہ وہ ہندوستان میں غیر جانبدار ثالث کی حیثیت سے عامل رہنے کی نیت نہیں رکھتی اور بالواسطہ گویا ہندوستانی اقوام یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک قسم کی خانہ جنگی کی طرف لے جارہی ہے جو محض اس غرض سے انگریزوں نے اختیار کر رکھی ہے کہ ہندوستان میں اپنی پوزیشن کو سہولت کے ساتھ قائم رکھ سکیں مسلمانوں کے لئے اب دو ہی راستے ہیں ۔ اپنا فرض ادا کرو یا مرجاؤ مسلمانوں کی موجودہ حکمت عملی سے انگریزوں کی مشکلات تو دور ہو گئی ہیں لیکن مسلمان قوم کے لئے کوئی مفید نتیجہ مُترتّب نہ ہو سکا۔"

(**الجمعیۃ** ۲۸ مارچ ۱۹۳۲ء)

یہی اخبار انقلاب لاہور دوسری جگہ لکھتا ہے

" اولاً وہ فیصلہ کرتے ہیں کہ گول میز کانفرنس کے کام میں بلا تصفیہ حقوق حصّہ نہیں لیں گے کم و بیش پندرہ دن تک کانفرنس اس فیصلے کی پابندی کی وجہ

سے ملتوی رکھتے ہیں پھر اس فیصلہ کو بدل کر یہ راستہ اختیار کرتے ہیں کہ کانفرنس میں جسماً شریک ہوں گے نطقاً شریک نہ ہوں گے آخر میں نطقاً بھی شریک ہو جاتے اور اس وقت وہ باتیں کہتے ہیں جو نہ کہنی چاہیئے تھیں اور جو مقاصد اسلامی اور اقلیتوں کے مقاصد کے منافی تھیں اور ہندوؤں کے مقاصد کے موافق۔''

(مدینہ بجنور یکم فروری ۱۹۳۲ء جلد ۲۱ نمبر ۹ از انقلاب لاہور)

مدینہ بجنور مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۳۲ء ڈیلی گیشن مذکور کی کاروائیوں پر بحث کرتا ہوا لکھتا ہے

"گول میز کانفرنس کے گذشتہ اجلاس میں زیادہ تر مسلم کانفرنس کے ارباب اختیار کو شرف رکنیت حاصل ہوا تھا مسلم کانفرنس نے گول میز کانفرنس کے متعلق یہ فیصلہ کیا تھا کہ جب تک اس کے مطالبات کو حکومت تسلیم نہ کرے گی اس وقت تک مسلم نمائندے فیڈرل کمیٹی کی مباحث میں شریک نہیں ہونگے مسلم ارکان نے اپنی تقریروں اور تحریرون میں اس فیصلہ کی پابندی کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن ہماری گردن شرم کے مارے یہ خیال کر کے جھک جاتی ہے کہ ان ارکان نامدار نے اپنے عہد کی پابندی کا نہایت مکروہ مظاہرہ کیا وہ نہ صرف یہ کہ گول میز کانفرنس کی مجلس اقلیات اور مجلس وفاق میں شریک ہوئے بلکہ انہوں نے حقوق اور مطالبات کو منظور کرانے کے لئے کوئی مؤثر اور نتیجہ خیز کوشش بھی نہیں کی انہوں نے فیڈرل کمیٹی میں گونگوں کی حیثیت سے شرکت کی۔ وزیراعظم کے اعلانات کو ٹکر ٹکر دیکھا۔ وزیر ہند کے ساتھ دعوتیں کھائیں۔ یورپین کے ہاتھ اسلامی حقوق کی پوری دستاویز بیچ دی اور ملت اسلامیہ کے لئے نہیں صرف اپنے اور اپنے خاندانوں کے لئے عہدے اور کونسلوں کی ممبریاں حاصل کر لینے کی کوشش کی۔

صرف یہی امور مذکورہ بالا نہیں بلکہ اور بھی ایسے اعمال اختیار کئے گئے۔ جو کہ کامیابی کی راہ میں سدِ سکندری ہوگئے۔ مثلاً مولانا شفیع صاحب داؤد نگری اور ڈاکٹر سر اقبال اس وقت تک ہندوستان سے روانہ ہی نہیں ہوئے جب تک فیڈرل کمیٹی کا اجلاس شروع نہیں ہوگیا۔ مولانا شوکت علی (مرحوم) روانہ تو پہلے

ہوئے لیکن قاہرہ میں اتر گئے پھر فلسطین چلے گئے اور پھر ٹیونس تشریف لے گئے اور سلطان عبدالمجید کی صاحبزادیوں کے عقد نکاح کا مسئلہ طے کرتے رہے۔ حالانکہ اس سے زیادہ اہم مسائل لندن میں معرضِ بحث میں تھے۔

بعض حضرات مارسیلز کی سیر و تفریح میں مصروف رہے۔ جو حضرات لندن میں موجود بھی تھے ان کو مضافات لندن کی رعنائیوں ہی نے شرکتِ کانفرنس کی فرصت نہ دی۔ جس کی وجہ سے ابتدائی اجلاسوں سے تقریباً سب غیر حاضر رہتے ہیں پھر لندن کی فیڈرل کمیٹی کے اجلاس میں جب شریک ہوئے تو صرف ہلکی سی صدائے احتجاج بلند کرنے کے سوائے کچھ نہ کیا جب لارڈ سینکی نے لال بھبوکا ہوکر اور آنکھیں پیلی کرکے کہا کہ انشاء اللہ میں اس وقت تک زندہ ہونگا کہ تم کو فیڈرل کمیٹی میں آکر شریک ہوتے ہوئے دیکھ لوں وہ بھیگی بلی بنے ہوئے جاکر شریک ہوئے تو قدامت پسندوں کی انگلیوں پر ناچنا شروع کردیا اور یہ سمجھتے رہے کہ برطانوی حکومت کی حکمتِ عملی ہمارے ہاتھ میں ہے۔"

(مختصر از مدینہ بجنور یکم فروری ۱۹۳۲ء)

حضرات! ان واقعات صحیحہ پر غور فرمائیں کہ مسٹر جناح اور دیگر نمائندگان لیگ و مسلم کانفرنس کے مذکورہ بالا کارنامے اور ۲۶ نومبر کا ان کا اعلان برائے تاخیر حکومت خود اختیاری صوبہ جات اور رجعت پسند انگریزوں کے مشوروں پر عمل پیرا ہونا اور دیگر اس قسم کے امور کیا انتہائی غلطیاں سیاست کے میدان کی نہیں ہیں جو کہ اگر نادانِستہ ہیں تو ملک اور قوم مسلم کے ساتھ عظیم الشّان غدّاریاں ہیں اور اگر نادانستہ ہیں تو انتہائی حماقتیں اور بھولاپن ہے ایسے اشخاص کو کب درست ہے کہ وہ رہنمائی کے میدان میں قدم رکھیں اور قوم اور ملک کے لئے کب درست ہے کہ ایسے لوگوں کی رہنمائی قبول کریں۔

چھٹی سیاسی غلطی

یہ نمائندگان لیگ اور مُسلم کانفرنس جن میں خصوصی طور پر وہ حقوقی جماعت

ہے اور بالاخص وہ پارٹی جو کہ اقلیتوں سے بحث و مباحثہ اور تسلیمِ حقوق و فیصلہ کے لئے منتخب کی گئی تھی جس کے ارکان اعلیٰ میں سے مسٹر جناح اور سر آغا خان ہیں اقلیتوں سے گفت و شنید اور بحث و مباحثہ کرتے ہیں اور بالآخر ایسے محضر اور دستاویز پر دستخط کر دیتے ہیں جس میں نہ صرف لیگ اور مسلم کانفرنس کے مطالبات کی صریح خلاف ورزی ہوتی ہے بلکہ مسلم قوم اور ملک ہند کی غلامی کی کڑیاں اور زیادہ کس دِی جاتی ہیں اور سب کے سب بربادی کے دلدل میں ہمیشہ کے لئے پھنس جاتے ہیں اقلیتوں بالخصوص یورپینوں اور عیسائیوں کا بول نہایت بالا ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کے لئے ہلاکت اور مصائب کے پُر خطر دروازے کھل جاتے ہیں اور ہندو سبھائیوں کے مقاصد پورے ہو جاتے ہیں

روزنامہ انقلاب مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۲ء اقلیتوں کے معاہدہ کی مفصل تاریخ کے عنوان پر کرنیل سرہنری گڈنی کی تصریحات کا طویل بیان لکھتا ہے جس کا آخری اقتباس حسبِ ذیل ہے

"سر آغا خاں نے ہمیں مطلع کیا کہ وہ ہماری تجاویز کو مسلم پارٹی کے سامنے پیش کردیں گے۔ اگلے روز میں نے گول میز کانفرنس کے نمائندوں کے یورپین گروپ سے ملاقات کی اور اپنی کاروائی سے مطلع کیا اور ایک معاہدہ کے مسوّدہ پر سر ہربرٹ کے ساتھ بحث کی اور اس کے بعد بعض دوسرے لوگوں کے ساتھ مشورہ کیا مسلمانوں نے اپنے ایک جلسہ میں اس معاملہ پر بحث کرکے مجھے اس موضوع پر مفصّل یادداشت بھیجنے کے لئے کہا میں نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد پھر سر ہربرٹ کار سے گفتگو کی اب یورپین گروپ انگلو انڈین ہندوستانی عیسائی اور اچھوتوں کے نمائیندے متحد ہو چکے تھے اور مسلمان ہمارے اجتماعی خیالات سننے کے لئے بے تاب تھے چنانچہ سرہربرٹ نے رٹز ہوٹل میں ایک جلسہ کا انتظام کیا کیونکہ اب تمام معاملہ انہوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اس طرح کی متعدّد جلسوں اور بے حد بحث و تمحیص کے بعد ہم نے ۱۱ نومبر ۱۹۳۱ء کو اقلیتوں کے معاہدہ پر دستخط کر دیئے اور ۱۲ نومبر کو یہ معاہدہ وزیر اعظم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا ۱۳ نومبر کو ہزہائنس سر آغا خاں نے اس کو رسمی طور پر مینارٹی سب کمیٹی

میں پیش کیا اور اس پر بحث ہوئی یہ اس دستاویز کی مختصر تاریخ ہے جو اب اقلیتّوں کے معاہدے کے نام سے مشہور ہے"۔

حضرات! غور فرمائیں کہ سر اقبال ۱۵ نومبر کو ڈیلی گیشن سے قطع تعلّق کرتے ہیں اور ہنری گڈنی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ مسلمانوں سے بحث و مُباحثہ بے حَد درَجہ کا پہلے سے جاری تھا جیسا کہ ہم پہلے ریوٹر کے تار مورخہ ۳۰ اکتوبر میں ذکر کر چکے ہیں کہ مسلمانوں نے اقلیتّوں سے گفتگو شروع کر دی ہے مگر ۱۱ نومبر کو سب کا اِتّفاق ہو کر دستخط ہو گئے تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ سر اقبال شفیع داؤدی مولانا شوکت علی وغیرہ بھی سب کے سب اس میں شریک تھے بہرحال ان حضرات نے اس معاہدہ پر (جو کہ ایسی جماعت کا بنایا ہوا تھا جو کہ ہندوستانی آزادی کی بد ترین دشمن ہے اور جس میں مسلم حقوق اور ہندوستانی فلاح و بہبود کی انتہائی پامالی تھی) دستخط کر دیئے اس میں صاف صاف مسلم اکثریّت کو بنگال و پنجاب میں اقلیّت میں لانا **منجملہ** دیگر ضرر رساں امور کے تسلیم کئے گئے تھے چنانچہ اس سے پہلے ہم انڈین اینول رجسٹر ۱۹۳۱ء صفحہ ۶۱ سے نقل کر چکے ہیں ان کے بِل آف رائٹس میں یہ بے سود اور مضحکہ انگیز کوشش کی گئی تھی کہ اکثریّت کو اقلیّت میں تبدیل کر دیا جائے

اِسی بِنا پر انقلاب لاہور مورخہ ۶ فروری ۱۹۳۲ء اپنے ایک طویل مقالہ میں زیر عنوان (مرکزی دستوری کمیٹی کے مسلم ممبروں کے نامہ ء اعمال) مندرجہ ذیل الفاظ لکھتا ہے۔

"اِن حالات میں اگر ہم یہ کہیں کہ مسلم ممبروں نے قوم کے ساتھ قوم کے حقوق کے ساتھ اور قوم کے مفاد کے ساتھ غدّاری کی تو یہ لوگ روئیں گے کہ انقلاب بے انصافی کر رہا ہے لیکن ہمارے لئے اس فعل کو کھلی ہوئی غدّاری قرار دینے کے سوا چارہ نہیں ان کی نیتیّں نیک ہیں تو ہوں مِلّت کو اس نیکی کی پوجا سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا البتہ اس فعل کی بدی اور برائی سے ہولناک نقصان کا دروازہ اس کے منہ پر کھل گیا ہے خدا ایسے نیک نیّت خادمان ملّت کی بَلا سے نہیں تو کم از کم ان کی ایسی خدمت کی بلا سے ہر قوم کو محفوظ رکھے"۔

افسوس کہ انقلاب ان دنوں انہیں اپنے منہ بولے غدّاران ملت اور انکی غدّارانہ خدمتوں کی روزانہ صبح و شام تسبیح پڑھ رہا ہے اور اپنے پہلے مقالات اور ان

کے اعمال کو بھول گیا ہے۔
مدینہ بجنور مورخہ ۵ جنوری ۱۹۳۲ء اقلیتوں کے معاہدہ کے بارے بحث کرتا ہوا لکھتا ہے

"مثلاً سب سے اوّل وہ محضر غلامی ہے جو اقلیتوں کے مطالبات پر مشتمل ہے اس میں مسلمان ارکان کانفرنس نے ہندو راج کے وہمی خطرے سے بچنے کے لئے انگریزی غلامی اور یورپینوں کے اقتدار کی حقیقی مصیبت بطیب خاطر قبول کر لی صوبہ سرحد کو پامال کر دیا سندھ کی مشروط علیحدگی گوارا کر لی فیڈرل گورنمنٹ کا گلا گھونٹ دیا پنجاب و بنگال کی اکثریت فنا کر دی حریت طلبی کے ادعا کو رسوا کر دیا مسٹر میکڈ انلڈ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اسلام کے نام پر ملک و ملت دونوں سے غداری کی۔"

نیز مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۳۲ء میں اراکین نمائندگان مذکورین کے اعمال پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"انہوں نے ایک محضر غلامی پر جسے یورپیتوں نے تیار کیا تھا اپنے دستخط ثبت کر دیئے اور اس طرح ان دعاوی کو جنہیں دھراتے ہوئے ہندوستان میں ان کی زبانیں خشک ہو گئی تھیں اور ان کے منحوس گلے خود بیٹھ گئے تھے پامال کر دیا انہوں نے صوبہ سرحد کو قربان کر دیا صوبہ سندھ کے گلے پر چھری پھیر دی پنجاب و بنگال کی آئینی اکثریت قائم کرنے کے دعاوی کو خود جھٹلایا الغرض بجز جداگانہ انتخاب کے جس کا فائدہ صرف ان رجعت پسندوں کی ذات کے سوا ملتِ اسلامیہ کو قطعاً نہیں پہنچ سکتا۔ کوئی چیز حاصل نہ کی خود ڈاکٹر شفاعت احمد خاں کا بیان ہے کہ ان کی جماعت حصول مطالبات میں بالکل ناکام رہی لیکن اب سوال یہ ہے کہ لندن میں مسلمانوں کے ان خود غرض اور خود پرست نمائندوں نے خود اپنے دعاوی کے ساتھ جو غداری کی تھی کیا وہ ہندوستان میں بھی ہماری آنکھوں کے سامنے اسے جاری رکھیں گے۔"

نیز مدینہ بجنور مورخہ یکم فروری ۱۹۳۲ء جلد نمبر ۲۱ نمبر ۹ صفحہ ۲ میں لکھتا ہے

لیکن ان سب سے زیادہ مکروہ طرز عمل ان تعاونیان کرام کا یہ تھا کہ جب گاندھی

جی نے مسلمانوں کے چودہ کے چودہ مطالبات منظور کرنے پر آمادگی کا اظہار کر دیا تو ان احمق اور فریب خوردہ حضرات نے اچھوتوں کی حمایت کا بیڑا اٹھا لیا۔ حالانکہ ہندوستان سے وہ صرف یہ عہد کر کے چلے تھے کہ وہ مسلمانوں کے مطالبات کی تکمیل کرائیں گے ان سے کسی شخص نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اچھوتوں کے حقوق کے محافظ بھی بن جائیں ان کا دعویٰ حقوق مسلمین کے تحفّظ کا تھا اور ان کا ہرگز ہرگز یہ حق نہیں تھا کہ وہ اپنے کمزور اور بودے کندھوں پر دنیا بھر کی اقوام کے حقوق کے تحفّظ کا بوجھ بار کر لیں اس کے معنٰے تو اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتے کہ انھوں نے دانستہ اسلامی حقوق کی راہ میں روڑے اٹکائے اس احمقانہ طرز عمل کی جو قیمت ان کو ملی وہ ان کے طرز عمل سے بھی زیادہ شرمناک ہے وہ یور پینوں کے ہاتھوں پر بِک گئے اور ایک ایسے محضر غلامی پر دستخط کر دیئے جس میں اپنے مطالبات کا تو گلا گھونٹ ہی دیا گیا تھا مقصد آزادی وطن کو بھی پامال کر دیا گیا۔ اور غیر ملکیوں کو تجارتی استیلاء اور زائد از زائد حقوق آبادی دیدیئے گئے تھے اور مسلمانوں کے لئے صرف کونسل کی چند نشتیں چند ملازمتیں اور چند اعزاز قبول کر لئے ارباب حقوق کا طرزِ عمل شروع سے آخر تک عدم تدبّر۔ تنگ نظری۔ غیر سیاست دانی۔ دل و دماغ کی بے ما نگی اور خلاف ورزی عہد و مسلک کی ایک نہایت المناک مثال پیش کرتا ہے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ زبان سے حقوق حقوق کا شور مچاتے رہے۔ دوسرے لوگوں کو گالیاں دیتے رہے باعمل اور صائب الرّائے مسلمانوں کو غدار بناتے رہے اور خود تصفیہ حقوق کی ہر کوشش کو ناکام کرتے رہے ۔"

یہی وجہ ہے کہ مولانا حسرت موہانی بدایونی ۲ نومبر ۱۹۳۱ء کو مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں اپنی صدارت مسلم کانفرنس سے استعفٰی دے بیٹھے جس کو مندرجہ ذیل الفاظ سے مدینہ بجنور ۹ نومبر ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ نمبر ۸ ذکر کرتا ہے

" بدایون ۲ نومبر۔ آل انڈیا مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کا اجلاس یہاں کل منعقد ہوا مجلس کے سامنے سب سے اہم مسئلہ اسکے منتخب شدہ صدر مولانا حسرت موہانی صاحب کے استعفٰی کا تھا جنھیں یہ شکایت ہے کہ کانفرنس ان تجاویز پر قائم نہیں

ہے جو اس نے خود اپنے اجلاسوں میں منظور کی ہیں اور اس کے اراکین جو گول
میز کانفرنس میں ہیں کامل آزادی کے دعوے کو ترک کرکے مستعمراتی حکومت اور
اس سے بھی بد تر نظام اساسی کو منظور کر رہے ہیں "

مندرجہ بالا بیانات صاف اور کھلی روشنی ڈالتے ہیں کہ حضرات لیگ اور مسلم کانفرنس
جن میں ہزہائنس سر آغاخاں اور مسٹر جناح بھی ہیں ایسی ایسی حرکات کے وہاں مرتکب
ہوئے ہیں جن پر ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی افسوس اور ملامت کئے بغیر نہیں رہ
سکتا

ساتویں سیاسی غلطی

مندرجہ بالا امور بتلاتے ہیں کہ لندن وغیرہ سے شائع ہونے والے وہ بیانات جو کہ ان
حضرات کی خفیہ سازشوں اور ٹوری انگریزوں کے ساتھ وفادارانہ رازونیاز اور اپنے
اپنے لئے عہدوں اور خود غرضیوں کے افسانے ہیں وہ افسانے ہی نہیں ہیں بلکہ واقعات
ہیں مثلاً ریوٹر لندن سے یکم نومبر کو تار دیتا ہے

" معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے کانگریس کے تحفظّات سے اختلاف کا اظہار کیا ہے
اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے قدامت پسند انگریزوں سے
یہ خفیہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے تحفظّات منظور کرالیں گے جو برطانوی
اقتدار کو قائم رکھیں گے اور جواب میں کنزرویٹو انگریز مسلم مطالبات کی حمایت
کریں "

(مدنیہ بجنور ۵ نومبر ۱۹۳۱ء جلد نمبر ۲۰ نمبر ۷۹)

اخبار ، بمبئی کرانیکل کے خاص نامہ نگار مقیم لندن نے یہ عجیب وغریب لیکن نہایت
اہم خبر بھیجی ہے

" شاہنشاہیّت پرست برطانوی مدبّرین کو جب گاندھی جی کے نرم روّیہ کی وجہ سے
گاندھی جی اور والیان ریاست کو لڑانے میں ناکامی ہوئی تو اب وہ مسلمانوں کو اپنے
مقصد کا آلہ بنا رہے ہیں - انھوں نے مسلمان مندوبین کو اسلئے متحدّ کرلیا ہے کہ

وہ کامل آزادی کے حصول میں گاندھی جی کی کوششوں کو ناکام کردیں "۔

(مدینہ بجنور ۲۷ ستمبر ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ نمبر ۶۹)

اسی نامہ نگار بمبئی کرانیکل نے اسی تاریخ کو یہ بھی خبر دی کہ

" لوگوں کا خیال ہے کہ سَر فضل حسین شملہ سے بیٹھے بیٹھے یہاں کے مسلم مندوبین کو ہدایات دے رہے ہیں - جنھوں نے متفقہ طور پر طے کیا ہے کہ وہ ہندو مسلم کے تصفیہ میں اپنی طرف سے کوئی تحریک نہ کریں "

(مدینہ بجنور ۲۷ ستمبر ۱۹۳۱ء)

انڈین اینول رجسٹر ۱۹۳۱ء صفحہ ۷۱ پر لکھتا ہے

" لندن کے بعض نمائندوں نے اشارہ کیا تھا کہ ان لوگوں (فرقہ وارلیڈروں) نے برطانیہ کے ٹوری لیڈروں سے خفیہ سازش کرلی تھی - جن میں ممتاز ٹوری لیڈر لارڈ لائڈ - لارڈ بنفورڈ - لارڈ سڈ نہم اور دوسرے لوگ تھے جب کبھی کمزوری یا شکست کے آثار نمودار ہوتے تھے تو ٹوری فرقہ وارلیڈروں کی پوری پوری حمایت کرتے تھے "

ان بیانات نے صاف طور پر بتلا دیا کہ سراقبال مرحوم کا یہ فرمانا کہ

" جو چیز میرے لئے راز ہے اور ہمیشہ راز رہے گی - وہ ہمارے رہنماؤں کا اعلان ہے جو ۲۶ نومبر کو فیڈرل سٹرکچر کمیٹی کے اجلاس میں کیا گیا "

اس کی حقیقت کیا تھی ؟--- جس کو انھوں نے بعد کو سیاست دان انگریزوں کے مشورہ دینے اور اس کو بلا تامّل مان لینے کو ذکر کیا ہے - جس کو ہم پہلے نقل کرچکے ہیں -

خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ عمل کیا صریح خیانت اور غدّاری نہیں ہے اور کیا اس سے بڑھ کر کوئی غلطی ہو سکتی ہے اور کیا ٹوری انگریزوں سے مل جانا اور ان کی آراء پر عمل کرنا ہندوؤں اور بالخصوص مسلمانان ہندوستان کے لئے انتہائی خطرناک عمل نہیں ہے اس وقت ہم کو ڈاکٹر کچلو کا وہ بیان جو انھوں نے امرتسر سے یکم جون ۱۹۴۳ء میں دیا تھا یاد آتا ہے اور اس کی پوری تصدیق ہوتی ہے ملاحظہ ہو -

" ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے ایک انٹرویو میں مسلم لیگ اور مسٹر جناح سے اپنے

ماضی کے تعلقات کے متعلق بتلایا کہ میں مسٹر جناح کو مدت سے جانتا ہوں اور واقعہ یہ ہے کہ دو سال تک میں مسلم لیگ کا سیکرٹری رہا جب کہ مسٹر جناح اس کے صدر تھے مگر اس وقت مسلم لیگ کانگریس کے شانہ بشانہ کام کر رہی تھی ۔قومی آزادی اور مشترکہ انتخابات اس کے پروگرام کے دواہم جزو تھے ۔ دو سال تک سیکرٹری رہنے سے مجھے لیگ کے کام کا کافی تجربہ ہوا۔ اور اس کے اکثر ممبروں سے رابطہ رکھنے سے مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اگر کسی وقت بھی گورنمنٹ اپنے مقاصد کو حاصل کرنا چاہے تو وہ اس کے ممبروں پر اثر انداز ہو سکتی ہے اور اس کے ممبروں کی اکثریت لیگ کو چھوڑنے کے علاوہ اس کے لیڈروں کے پروگرام اور پالیسی کے خلاف بھی کام کر سکتی ہے اگر دوسری فرقہ پرست جماعتوں میں بھی یہی حال ہو تو کوئی حیرت کی بات نہیں ۔

(مدینہ بجنور ۵ جون ۱۹۴۳ء)

مسلمانوں کو چاہئے کہ غور کریں اور اپنے حال و مستقبل کی اصلاح کریں ۔ دھوکہ میں نہ پڑیں ۔ ہم انشاء اللہ پاکستان کے متعلق بھی دکھلائیں گے ۔ کہ وہ بھی اس قسم کے درخت کا ایک پھل ہے جو دیکھنے میں خوش رنگ معلوم ہوتا ہے اور اندر سے زہر بھرا ہوا ہے

آٹھویں سیاسی غلطی

دوسری گول میز کانفرنس کے اخیر میں جب کہ مسلمان نمائندے یوروپین ایسوسی ایشن اور دوسری اقلیتوں کے ساتھ معاہدہ کر کے محضر پر دستخط کر دیتے ہیں اور پھر سر آغاخان اس کو وزیراعظم مسٹر میکڈانلڈ کو سپرد کر دیتے ہیں ادھر مہاسبھائی ہندو مسٹر میکڈانلڈ کو اپنا فرقہ وارانہ معاملہ سونپ دیتے ہیں اور فریقین اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے آتے ہیں تو کچھ عرصہ کے بعد وزیراعظم کا فیصلہ کمیونل ایوارڈ (فرقہ وارانہ فیصلہ) ہندوستان میں پہنچتا ہے جس میں مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کی امیدوں کا خون کیا گیا تھا مسٹر میکڈانلڈ کی میٹھی میٹھی باتوں سے مہاسبھائی یہ امید باندھے ہوئے تھے کہ ثالثی محضر

میں ہماری پوری جنبہ داری ہوگی۔ اور مسلمان یہ یقین کئے ہوئے تھے کہ جب کہ ہم نے یوروپین ایسوسی ایشن اینگلوانڈین ہندوستانی عیسائیوں وغیرہ کی رضامندی کے ساتھ متفقہ محضر پیش کیا ہے تو ہمارے امور میں سرِمُو کمی نہ ہوگی مگر افسوس کہ کمیونل ایوارڈ کسی جماعت کو راضی نہ کرسکا چنانچہ ہر طرف سراسیمگی اور ناراضگی پھیل گئی اس فیصلہ میں مسلمانوں کا نقصان بہ نسبت ہندوؤں کے زیادہ تھا بنگال میں مسلمانوں کو ۴۷.۵ فیصدی اور پنجاب میں ۴۹ فیصدی سیٹیں دی گئی تھیں اور یورپینوں اور عیسائیوں کو جن کی آبادی بنگال میں ۵۰ء ہے ۳۱ سیٹیں دی گئیں جو ان کی آبادی سے تقریباً پچیس گنا زائد تھیں ظاہر ہے اس قدر نشستیں یورپین ایسوسی ایشن اور عیسائیوں کو دینا بجز اس کے نہیں ہو سکتا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کا پیٹ کاٹا جائے چنانچہ یہی کیا گیا اس پر مہاسبھائیوں نے بہت واویلا کیا اور چونکہ کانگریس غیر جانبدار تھی اس لئے اس میں اِفتراق پیدا ہو گیا۔ حالانکہ ہندو بنگال میں پہلے ہی سے اقلیّت میں تھے اس فیصلہ میں بھی ان کو اقلیّت ہی میں رکھا گیا تھا صرف اتنی بات تھی کہ ان کی پہلے سے جس قدر آبادی اور آئینی طور پر اقلیّت کی مقدار تھی اس میں اور بھی کمی کردی گئی بہرحال وہ کسی طرح بنگال میں اکثریّت حاصل کرنے کے اہل نہ تھے مگر مسلمان تو آبادی کی حیثیّت سے اکثریّت حاصل کرنے کے مستحق تھے ان کو فیصلہ میں ساڑھے تین سیٹوں سے اقلیّت میں لایا گیا تھا اسلئے ان کا غصّہ حق بجانب تھا علیٰ ہٰذاالقیاس پنجاب میں ان کی بحیثیّت آبادی ۲ فیصدی اکثریّت تھی میثاقِ لکھنؤ میں اگرچہ ان کو گھٹایا گیا تھا مگر پچاس فیصدی نشستیں دی گئی تھیں کمیونل ایوارڈ میں ان کو ۴۹ فیصدی دیا گیا تھا الغرض کمیونل ایوارڈ کے قبول کرنے میں مہاسبھائیوں کا نقصان نہایت معمولی تھا اور مسلمانوں کا نقصان نہایت عظیم الشّان تھا ہندوؤں کو اگر بنگال و پنجاب میں اقلیّت میں رہنا پڑتا ہے تو یو پی۔ بہار۔ مدراس۔ برار۔ بمبئ میں ان کی ہی اکثریّت ان کی ہی وزارت ان کی ہی حکومت تھی مگر مسلمانوں کی کہیں بھی آئینی اکثریّت نہیں ہو سکتی تھی اور نہ وزارت قائم ہو سکتی تھی اس لئے کمیونل ایوارڈ کے تسلیم کرنے میں مسلمانوں کا نقصان اس وقت بہت ہی عظیم الشّان تھا مگر لیگ نے اس سب کو جانتے ہوئے کمیونل ایوارڈ کو قبول کر لیا اور عذر یہ ظاہر کیا کہ سبھائیوں کے

پروپیگنڈے سے متاثّر ہو کر کہیں حکومت ہماری سیٹوں میں اور کمی نہ کر دے چنانچہ مسٹر عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء لاہور صدر لیگ نے اپنے خطبہ اجلاس کلکتہ منعقدہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں فرمایا کہ "فرقہ وارانہ فیصلہ ثالثی منظور کرلیاجائے"

اور اسی اجلاس میں مندرجہ ذیل تجویز پاس ہوئی

"اگرچہ فرقہ وارانہ فیصلہ کی رُو سے مسلمانوں کو مرکز میں ایک ثُلث نہیں ملا اور بنگال میں نشستیں کم ملیں تاہم ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں" (روشن مستقبل صفحہ ۴۲۱)

"پھر ۲۵ نومبر ۱۹۳۳ء کو نئی دہلی میں مسلم لیگ کا ۲۳واں اجلاس بصدارت خان بہادر حافظ ہدایت حسین منعقد ہوا جس میں قرار پایا کہ فرقہ وارانہ فیصلہ قائم رکھا جائے" (روشن مستقبل صفحہ ۴۲۲)

اب غور فرمائیے کہ ان دونوں حضرات کے فیصلہ سے جو کہ مسلم لیگ کے اس وقت صدر تھے اور اجلاس کی تجویز سے مسلمانوں کی حق تلفی صوبہ بنگال اور پنجاب میں نہیں ہوئی اور کیا ان حضرات نے مسلمانوں کی آئینی اقلیّت ہر دو صوبوں میں تسلیم کرکے انتہائی غلطی نہیں کی جس کی وجہ سے مسلمان اپنی وزارتیں بغیر دوسروں کے ملنے کے قائم نہیں کر سکتے اور نہ بغیر دوسروں کے سہارے کے کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں محترم حضرات یہ چند چیزیں ان کھلی ہوئی باتوں میں سے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں جن کی غلطی ظاہر باہر ہے ان پر نظر ڈالئے اور فیصلہ حاصل کیجئے کہ کہاں تک یہ حضرات صحیحُ الرّائے اور صحیحُ النّظر ہیں ان کی رائے کہاں تک قابل وثوق ہے اور ان میں کہاں تک صحیح اور خالص جذبہ مسلمانوں کی ہمدردی اور بھلائی کا ہے قائدین لیگ نے سترہ اٹھارہ برس تک تو مسلم اکثریّت کی قربانی اقلیّت والے صوبوں پر کی اور اب پاکستان کا نام لے کر اقلیّت والے صوبوں کو اکثریّت پر قربان کیا جاتا ہے

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن انچہ کرد آن آشنا کرد

ننگِ اسلاف
سیّد حسین احمد مدنی
صدر جمیعت علماءِ ہند
و صدر آل انڈیا مسلم پارلیمنٹری بورڈ

زیر طبع

تحریک پاکستان

از حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی

تحریک پاکستان میں انگریز غاصبوں اور انکے گماشتوں کی جانب سے امت مسلمہ کیساتھ کی جانے والی زیادتیوں کی روداد

قیمت 30 روپے

زیر طبع

مسلم لیگ کی حقیقت

آل انڈیا مسلم لیگ کی شخصی اور ذاتی مفادات پر مبنی سیاست کے بارے حضرت مدنی کا بصیرت افروز مکتوب

قیمت 30 روپے

عبداللہ اکادمی - 229 - سرکلر روڈ، لاہور